شمارہ ۸

ظہور ۱۳۵۰ ہش
اگست ۱۹۷۱ء

جلد ۱۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ظہور ۱۳۵۰ ہش

جمادی الثانی ۱۳۹۱ ہجری - اگست ۱۹۷۱ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

چندہ سالانہ آٹھ روپے — فی پرچہ پچھتر پیسے

فہرست مضامین

۔ حقیقی نجات اور اس کے حصول کے ذرائع	ایڈیٹر	۳
۔ خدا ان کو جو تقوےٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا	حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۱۰
۔ اَلَا کَیْسَ غَیْرَ اللّٰہِ شَیْءٌ مُدَبِّرٌ (عربی نظم)	" "	۱۳
۔ یاد کن وقتِ کوچ و ترکِ جہاں (فارسی نظم)	" "	۱۴
۔ انسانی فطرت ہمیشہ ہی ایک نگران کی محتاج ہے اور بہترین نگران محاسبہ نفس ہے۔	حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	۱۵
۔ امریکہ روبہ انحطاط	مکرم اخوند فیاض احمد خان صاحب	۱۷
۔ حضرت سید احمد بریلوی رح کے کارنامے	مکرم چوہدری سیف اللہ صاحب خالد	۲۰
۔ اصلاح وارشاد اور اس کے ذرائع	مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر	۲۸
۔ بحضور حضرت امیر المومنین (ایدہ اللہ تعالیٰ) (نظم)	مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر	۳۲
۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعائیں	مکرم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی	۳۳
۔ اہم مرکزی اعلانات		۴۰

پبلشر . . . . . . چوہدری محمد ابراہیم

مطبع . . . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۲ ماھنامہ انصاراللہ ربوہ شمارہ ۸

ظہور ۱۳۵۰ ہش

حقیقی نجات اور اس کے حصول کے ذرائع

نجات یافتہ لوگوں کی علامات اور ان کی پرکیف تفصیلات

آج دُنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اِس بات کا دعویدار ہے کہ نجات صرف اور صرف اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن بجز اسلام کے کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جس نے نجات کی فلاسفی اس کی حقیقت اور اس کے حصول کے ذرائع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کی رُو سے اِس امر کو بہت تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ واضح فرمایا ہے کہ نجات سے فی الحقیقت کیا مراد ہے، اس کے حصول کے ذرائع کیا ہیں اور وہ کونسی علامات ہیں جن کا نجات یافتہ لوگوں میں پایا جانا ضروری ہے۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ انسان کی نجات ایمان کے ساتھ وابستہ ہے اُس کامل اور حقیقی ایمان کے ساتھ جو انسان کو حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچا کر اسے سچی معرفت اور بصیرت کی دولتِ لازوال سے مالامال کر دکھاتا ہے اور اس کی ہستی پر پورا پورا انقلاب وارد کر کے عمل و کردار کے لحاظ سے اس کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔ وہ وہ کچھ نہیں رہتا جو پہلے تھا بلکہ یکسر ایک نیا انسان بن کر دوسروں کے لئے

غایت درجہ نفع اور فیض رساں وجود بن جاتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام اس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ نجات سے دراصل کیا مراد ہے فرماتے ہیں:-

"افسوس کہ لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بے خبر اور غافل ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنے ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جائے لیکن دراصل نجات کے یہ معنے نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ زنا کرے نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی دے نہ خون کرے اور نہ کسی اور گناہ کا جہاں تک اس کو علم ہے ارتکاب کرے اور باایں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو کیونکہ دراصل نجات اُس دائمی خوش حالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دی گئی ہے۔ جو محض خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت جوش مارے .... طالب حق کے لئے جو قابل غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوش حالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو۔ اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچاوے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اِس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچتے ہیں۔ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بے قراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۲)

حضور علیہ السلام نے چشمۂ مسیحی کے مذکورہ بالا اقتباس میں واضح فرمایا ہے کہ نجات اس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگادی گئی ہے اور یہ دائمی خوشی اللہ تعالیٰ کی محبتِ ذاتی، اس کی ذات اور صفات کی معرفت اس پر کامل یقین اور ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر

بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن آپ نے نجات کی حقیقت اور اس کے حصول کے ذرائع بیان کرنے میں اس مختصر بیان پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اپنی دیگر پُر معارف کتب آئینہ کمالات اسلام، سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت وغیرہ میں نجات کی حقیقت اور اس کے حصول کے ذرائع پر تفصیل سے روشنی ڈال کر اس کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ حضور علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے کہ نجاتِ حقیقی کے حصول کی اصل جڑ ایمان ہے۔ ایمان سے یقین اور یقین سے معرفت اور معرفت سے اللہ تعالیٰ کی محبتِ ذاتی انسان کو نصیب ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو وہ دائمی اور حقیقی خوشحالی میسر آتی ہے جسے نجات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور ایمان جو نجات کی اصل جڑ ہے کی انقلاب انگیز تاثیرات اور اس کے عظیم الشان ثمرات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امورِ مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتیں تو ایمان نہ ہوتا اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضائے الٰہی کا وسیلہ اور مراتبِ قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے۔ اور ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے، اس بات کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دُکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان ہی سے ملتی ہے۔ کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہوجانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلافِ قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پا لیتے ہیں ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور انہونی باتیں ہو جاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے۔ مومن اور محبوبِ حقیقی میں قوتِ ایمانی دلّالہ یہ قوت ایک مسکین، ذلیل، خوار، مردودِ خلائق کو قصرِ مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے اور تمام پردوں کو اٹھاتی اٹھاتی دلآرامِ ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرّہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے۔ اور ایمان سے صرف آخری

نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور روح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومنِ کامل، سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسبابِ عادیہ کے تمام دروازے مقفّل اور مسدود نظر آتے ہیں، مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمانِ کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر ایک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار۔ دنیا میں ہر ایک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں، کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں، سبحان اللہ! کیا عجب تجھ میں برکتیں ہیں، کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تو آوے اور فلسفہ جاوے۔ وَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ۔"　(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۷۲ تا ص۲۷۳ حاشیہ)

حضور علیہ السلام نے اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد کہ ایمان ہی نجات کی اصل جڑ ہے، واضح فرمایا ہے کہ اس جڑ سے ہی یقین کا تنا، معرفت کی شاخیں اور محبتِ ذاتی کے خوش رنگ پتے، مشامِ جان کو معطر بنانے والے پھول اور روحانی سیری و سیرابی سے ہمکنار کرنے والے طیب و شیریں اثمار پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح انسان کو وہ دائمی خوشی اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے جس کا نام نجات ہے چنانچہ حضور ایمان کے نتیجہ میں درجہ بدرجہ یقین اور معرفت اور خدا تعالیٰ کی محبتِ ذاتی نصیب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایمان کیا شے ہے اور اس پر ثواب مترتب ہونے کی کیوں امید کی جاتی ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ ایمان اس اقرارِ لسانی و تصدیقِ قلبی سے مراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقویٰ اور دور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اس طرف غلبہ اور رجحان پا کر بغیر انتظارِ کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کی جائے لیکن جب ایک خبر کی صحت پر وجوہ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ مل جائیں تو اس بات کا نام ایقان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں علم الیقین بھی کہتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ خود اپنے خاص جذبہ اور موہبت سے خارق عادت کے طور پر انوارِ ہدایت کھولے اور

اپنے آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنّی طور پر عقل اور علم عطا فرمائے اور رسالۃ اس کے ابواب کشف اور الہام بھی منکشف کر کے عجائباتِ الوہیت کا سیر کرادے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اس مرتبہ کا نام عرفان ہے اور جس کو دوسرے لفظوں میں عین الیقین اور ہدایت و بصیرت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب ان تمام مراتب کی شدت اثر سے عارف کے دل میں ایک ایسی کیفیت حالی عشق و محبت کی باذنہٖ تعالیٰ پیدا ہو جائے کہ تمام وجود عارف کا اس کی لذت سے بھر جائے اور آسمانی انوار اس کے دل پر بکلی احاطہ کر کے ہر یک ظلمت و قبض و تنگی کو درمیان سے اٹھا دیں یہاں تک کہ کمال رابطۂ عشق و محبت و بباعث انتہائی جوشِ صدق و صفا و محبتِ ذاتی۔ ناقل) کے بلا اور مصیبت بھی محسوس اللذات اور مدرک الحلاوت ہو تو اس درجہ کا نام اطمینان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں حق الیقین اور فلاح اور نجات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہیں اور اس پر مترتب ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے ایمان میں کامل ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پالیتا ہے۔" (سرمہ چشم آریہ ص۲۳ تا ص۲۵)

الغرض وہ سچی اور دائمی خوشحالی جس کے حصول کو نجات سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا ملنا فی الاصل ایمان پر موقوف ہے۔ وہ شخص جسے کامل ایمان کی دولتِ لازوال حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ اسے درجہ بدرجہ یقین، معرفت اور محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کے مراتب عالیہ عطا کر کے حقیقی نجات سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اس مرتبہ پر پہنچ کر اس کے لئے بلاء اور مصیبت بھی محسوس اللذات اور مدرک الحلاوت ہو جاتی ہیں اور وہ جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ پا کر ہر آن وصالِ ذاتِ ذوالجلال کے شیریں جام پیتا اور مست و سرشار رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نجات کی حقیقت، اس کی فلاسفی، اس کی کیفیات اور اس کے حصول کے ذرائع پر روشنی ڈالنے کے علاوہ نجات یافتہ لوگوں کی علامات پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ جس شخص کو ایمان، یقین، معرفت اور محبت ذاتی کے مراتب میں سے گزر کر فی الحقیقت اس دنیا میں نجات میسر آجاتی ہے اس کے وجود میں نجات کے آثار ظاہر ہو کر اسے دوسرے انسانوں سے ممتاز و ممیز کر دکھاتے ہیں۔ اس ضمن میں حضور علیہ السلام نے نجات یافتہ کی پہلی علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام سورۃ البقرہ کی آیات ۱۱۲ و ۱۱۳ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ

اَمَانِیُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس مقام میں اللہ جل شانہٗ نے عیسائیوں اور یہودیوں کی نسبت فرمایا کہ جو وہ اپنی اپنی نجات یابی کا دعوے کرتے ہیں وہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں اور ان آرزوؤں کی حقیقت جو زندگی کی روح ہے ان میں ہرگز پائی نہیں جاتی بلکہ اصلی اور حقیقی نجات وہ ہے جو اسی دنیا میں اس کی حقیقت نجات یابندہ کو محسوس ہوجائے اور وہ اس طرح پر ہے کہ نجات یابندہ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ توفیق عطا ہو جائے کہ وہ اپنا تمام وجود اللہ تعالےٰ کی راہ میں وقف کر دے اِسی طرح پر کہ اس کا مرنا اور جینا اور اس کے تمام اعمال خدا تعالےٰ کے لئے ہو جائیں اور اپنے نفس سے وہ بالکل کھویا جائے اور اس کی مرضی خدا تعالےٰ کی مرضی ہو جائے اور پھر نہ صرف دل کے عزم تک یہ بات محدود رہے بلکہ اس کے تمام جوارح اور اس کے تمام قوےٰ اور اس کی عقل اور اس کا فکر اور اس کی تمام طاقتیں اسی راہ میں لگ جائیں۔ تب اس کو کہا جائے گا کہ وہ محسن ہے یعنی خدمتگزاری اور فرمانبرداری کا حق بجالایا جہاں تک اس کی بشریت سے ہوسکتا تھا، سو ایسا شخص نجات یاب ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں فرمانا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ انعام رکوع ۲۰) کہہ نماز میری اور عبادتیں میری اور زندگی میری اور موت میری تمام اس اللہ کے واسطے ہیں جو رب ہے عالموں کا جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی درجہ کے حاصل کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول مسلمانوں کا ہوں۔" (جنگ مقدس)

یہ واضح فرمانے کے علاوہ کہ نجات یافتہ انسان کا پورا وجود اور اس کی تمام زندگی خدا ہی کے لئے وقف ہوتی ہے حضور علیہ السلام نے بتایا ہے کہ نجات یافتہ شخص میں اس الٰہی وقف کے دو پہلو خاص طور پر نمایاں ہوتے ہیں ایک طرف اس کی ہر حرکت وسکون میں خدا تعالےٰ ہی اس کا معبود اور مقصود اور مطلوب ومحبوب ہوتا ہے اور دوسری طرف خلق اللہ کی خدمت میں وہ ہر آن کوشاں رہتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام ایک نجات یافتہ کے اِس الٰہی وقف کے ان ہر دو پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِن آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالےٰ

کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ اسلام ہے دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل وجان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بہ ارادت تام سر پر اٹھالیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علوِ مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

بہرحال ایک نجات یافتہ مسلمان کا پورا وجود اور اس کی ساری زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لحاظ سے کلّی طور پر خدا کے لئے وقف ہوتی ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رقم فرمایا ہے وہ خدا تعالیٰ کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے پر ہر دم آمادہ نظر آتا ہے۔ وہ اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دیتا ہے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دیتا ہے۔ اسی طرح وہ خلق اللہ کی حاجات میں بے غرضی اور سچی ہمدردی سے ان کی ہر ممکن مدد کرتا اور حتی المقدور انہیں نفع پہنچاتا ہے۔ اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے اپنا پورا زور لگانے میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کلّی وقف کے علاوہ بھی نجات یافتہ لوگوں کی اور بہت سی علامتوں پر بہت ہی مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ان میں مکالمہ الٰہیہ اور قبولیت اور خدا تعالیٰ کا متولی اور متکفل ہونا اور اسی زندگی میں بہشتی زندگی کی بنا ڈالنا اور ان کا ہر ہر قدم پر حامی و ناصر ہونا وغیرہ نشانیاں اور علامتیں شامل ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کی رُد سے نجات اور اس کی حقیقت، اس کی کیفیات، اس کے حصول کے ذرائع نیز نجات یافتہ لوگوں کی علامات اور نشانیوں پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈال کر اس کے ایک ایک پہلو کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا۔ اور پھر اپنی خداداد قوت قدسی کی مدد سے اپنے متبعین کو حقیقی نجات کے راستہ پر گامزن کر دکھایا یہ وہ آسمانی مائدہ ہے جسے حضور علیہ السلام نے اولین و آخرین کے لئے اِذنِ الٰہی کے ماتحت پیش کیا ہے اور اپنے بعد خلافت کے آسمانی نظام کے قیام کی بشارت دے کر ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے اس مائدہ آسمانی سے فیضیاب ہونے اور ہوتے چلے جانے کا انتظام فرما دیا ہے۔ حصولِ نجات کی راہ اس زمانہ میں ہمارے لئے بھی اسی طرح کھلی ہے جس طرح وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں دنیا کے لئے کھولی گئی تھی ہم بھی خلیفۂ وقت کی قوتِ قدسیہ سے فیضیاب ہو کر اس راہ پر اسی طرح گامزن ہو سکتے ہیں۔ جس طرح حضور علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ سے فیض یاب ہو کر حضور کے صحابہ اس راہ پر گامزن ہوئے اور محبوبانِ الٰہی میں شمولیت کے شرف سے مشرف کئے گئے۔

ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و اطاعت کے تعلق کو مضبوط سے مضبوط کرے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر نیز ایمان اور یقین اور معرفت کے مراتبِ عالیہ میں سے گزر کر حقیقی نجات کے راستہ پر گامزن ہو اور پھر اپنے وجود کو تاحیات خدا کی راہ میں وقف رکھ کے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کما حقہ ادائیگی کا اپنے عمل سے ثبوت دے کر اللہ تعالیٰ کے نجات یافتہ بندوں میں شمولیت کے شرف سے مشرف ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ حقیقی نجات کا ضامن جو آسمانی مائدہ ہمارے لئے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے پیش فرمایا ہے۔ ہم اور ہماری نسلیں اور نسلوں کی نسل اس کی صحیح معنوں میں وارث ثابت ہوئی اور نجات کی مستحق بنتی چلی جائیں اور عند اللہ اس دنیا میں نجات یافتہ قرار پا کر اس جہان میں بھی نجات یافتہ شمار ہوں۔ اے ہمارے قادر و عزیز و مقتدر اور ارحم الراحمین خدا تو اپنے فضل سے ایسا ہی کر اور اپنے عاجز بندوں کو فلاح دارین سے نواز آمین اللّٰھم آمین

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

خدا ان کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا

جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے

"میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوےٰ پر پنجہ مار کر یا وہ گوئی کے مقابلہ پر یا وہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ سُن رہے ہیں مگر چاہیئے کہ خاموش رہیں اور تقوےٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوےٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں .... ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوےٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقوےٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسےٰ نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے تقوےٰ کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے: فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسےٰ علیہ السلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالیٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بدبخت یہودیوں نے یہ چاہا کہ ان کو ہلاک کریں اور نہ صرف ہلاک بلکہ ان کی پاک روح پر صلیبی موت سے لعنت کا داغ لگا دیں ..... لیکن خدائے قادر و قیوم نے بدنیت یہودیوں کو اس ارادہ سے ناکام اور نامراد رکھا اور اپنے پاک نبی علیہ السلام کو نہ صرف صلیبی موت سے بچایا بلکہ اس کو ایک سو بیس برس تک زندہ رکھ کر تمام دشمن یہودیوں کو اس کے سامنے ہلاک کیا ... ایسا ہی خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخرالزمانؐ کو جو سید المتقین تھے انواع و اقسام کی تائیدات سے مظفر و منصور کیا۔ گو اوائل میں حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ کی طرح داغ ہجرت آپ کے بھی نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔ سو اے دوستو یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ جب دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالیٰ

کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے۔ آسمان سے اُس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سیدو مولیٰ نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیسے کمزوری کی حالت میں مکہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن جان ہو گئے تھے۔ تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو اُس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے گا وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اُس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو کہ تم اُس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اُس کے لب جھوٹے ہیں اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دو رنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اُس سے زیادہ کوئی اور چیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اُس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اسی کے ہو جاؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ اس دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔ کرامت کیا چیز ہے اور خوارق کیونکر ظہور میں آتے ہیں؟ سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے۔ وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے تمام مومن اگرچہ عام طور پر ہر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیت میں جاں نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے اور انکو برا کہا جاتا اور کذاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجال اور ٹھگ اور فریبی انکا نام رکھا جاتا ہے اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے اور اپنے آپکو تھامے رہتے ہیں۔ پھر خدا تعالےٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان دکھاوے۔ تب یک دفعہ انکا دل دکھتا اور انکا سینہ مجروح ہوتا ہے۔ تب وہ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر تضرعات کے ساتھ گرتے ہیں اور انکی دعاؤں کا آسمان پر ایک صعبناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بہ تہ بادل پیدا ہو کر یک دفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پر ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پر کوئی ظلم انتہا تک پہنچ جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا ۔ ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ؛ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(حقیقت [illegible])

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اَلَا لَیْسَ غَیْرَ اللّٰہِ شَیْءٌ مُدَوَّمٌ

سنو اللہ کے سوا کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں

اِذَا قَلَّ دِیْنُ الْمَرْءِ قَلَّ اتِّقَاءُہٗ   وَیَسْعٰی اِلٰی طُرُقِ الشَّقَا وَیُزَوِّرُ

جب انسان کا دین کم ہو تو اُس کا تقوےٰ بھی کم ہو جاتا ہے اور وہ بدبختی کے رستوں کی طرف دوڑتا اور جھوٹ کو مزین کرتا ہے

وَمَنْ ظَنَّ ظَنَّ السُّوْءِ بُخْلًا فَقَدْ ھَوٰی   وَکُلُّ حَسُوْدٍ عِنْدَ ظَنٍّ یُتَبَّرُ

جس نے بخل کی وجہ سے بدظنی کی وہ گرے گا   اور ہر حاسد بدظنی کر کے ہلاک ہو جاتا ہے۔

وَلَا یَعْلَمَنْ اَنَّ الْمَنَایَا قَرِیْبَۃٌ   اِذَا مَا تَجِیْءُ الْوَقْتُ فَالْمَوْتُ یَحْضُرُ

اور وہ نہیں جانتا کہ موتیں قریب ہیں   جب وقت آتا ہے موتیں حاضر ہو جاتی ہیں

وَھَلْ نَافِعٌ وِرْدُ التَّنَدُّمِ بَعْدَمَا   دَنَا وَقْتُ قَارِعَۃٍ وَجَاءَ الْمُقَدَّرُ

اور کیا ندامت کی مرثی موت کا وقت قریب آنے اور مقدر پورا ہونے کے بعد نفع دے سکتی ہے

اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا وَقْتَ مَوْتِکُمْ   فَلَا تُلْھِکُمْ غُوْلٌ خَبِیْثٌ مُخَسِّرُ

سنو اے لوگو اپنی موت کا وقت یاد کرو۔ پس تمہیں کوئی خبیث اور نقصان رساں چھلاوا غافل نہ کر دے۔

وَقَدْ ذَابَتِ الصَّفْوَاءُ مِنْ بَیْتِ عُمْرِکُمْ   وَمَا بَقِیَ اِلَّا جَمْرَۃٌ اَوْ اَصْغَرُ

اور تمہاری عمر کے گھر کا (بنیادی) پتھر پگھل گیا ہے   اور اب صرف ایک انگارا یا اُس سے کم رہ گیا ہے

اَلَا لَیْسَ غَیْرَ اللّٰہِ شَیْءٌ مُدَوَّمٌ   وَکُلُّ جَلِیْسٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ یُھْجَرُ

سنو اللہ کے سوا کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں اور اللہ کے سوا ہر ہم نشین جدا کر دیا جائے گا۔

(حمامۃ البشریٰ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یاد کُن وقتِ کوچ و ترکِ جہاں

(کوچ کے وقت اور دنیا کے چھوڑنے کی گھڑی کو یاد کر)

یاد کُن وقتِ کوچ و ترکِ جہاں — جاں بلب خانہ پُر ز شور و فغاں

کوچ کے وقت اور دنیا کے چھوڑنے کی گھڑی کو یاد کر کہ تُو جاں بلب ہوگا اور گھر میں آہ و فغاں کا شور برپا ہوگا

زن بنالد بدیدۂ خوں بار — پسرے گرید از پسِ دیوار

تیری بیوی خون کے آنسوؤں سے روتی ہوگی — اور بیٹا دیوار کے پیچھے گریہ و زاری کر رہا ہوگا

دُخترے سر برہنہ اشک رواں — ہمہ خویشاں شدہ تنِ بے جاں

لڑکی ننگے سر آنسو بہاتی ہوگی۔ — اور سب رشتہ دار مُردہ کی مانند ہونگے

ناگہاں بانگ آید از سرِ درد — کہ فلاں زیں سرائے رحلت کرد

کہ یک دم یہ دردناک آواز آئیگی — کہ فلاں شخص اس دنیا سے گزر گیا

چند فرزند را گزاشت یتیم — بیوہ بیچارہ ماندہ باصد بیم

چند بچوں کو یتیم چھوڑ گیا اور بے چاری بیوہ سینکڑوں دُکھ اٹھانے کے لئے رہ گئی۔

ایں مآل است عیشِ دُنیا را
دُنیا کی زندگی کا یہ انجام ہے

گر نہ دانی بپرس دانا را
اگر تجھے خبر نہیں تو کسی عقلمند سے ہی پوچھ لے

(نزول المسیح)

انسانی فطرت ہمیشہ ہی ایک نگران کی محتاج ہے اور بہترین نگرانی محاسبۂ نفس ہے

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہا کرو کہ اسی سے تمہاری نجات وابستہ ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

نگران کی ضرورت

"انسانی فطرت ہمیشہ ہی ایک نگران کی محتاج رہتی ہے اور جب تک انسان اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل نہیں کر لیتا۔ وہ ہمیشہ کسی دوسرے محافظ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں جس قدر کام ہوتے ہیں ان میں ہر طبقہ کے کارکنوں کے لئے ان کے مناسب حال کچھ نگران مقرر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً چپڑاسیوں کے اوپر ایک داروغہ ہوتا ہے جو ان کی نگرانی کرتا ہے۔ لیکن داروغہ کو دیکھ کر کبھی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ بیسیوں مزدوروں کی نگرانی کرے گا اس کی نگرانی کے لئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے بلکہ داروغوں کے بھی نگران مقرر کئے جاتے ہیں ... کیونکہ یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ دوسرے کی نگرانی بخوبی کر سکتا ہے لیکن اپنی نگرانی میں سستی کر جاتا ہے اور یہ امر زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ انسان کو ایک ایسے نگران کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں کامل ہو اور کسی کے سامنے جواب دہ نہ ہو۔ اگر کسی ایسی ہستی کے بغیر بھی نگرانی کا کام پوری طرح ہو سکتا تو اتنے نگران مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ایک پر ہی اکتفا کیا جا سکتا تھا لیکن یہ شبہ ہی رہتا کہ شائد فلاں کو مقرر کر دینے سے نگرانی ٹھیک نہ ہو سکے، اس لئے اس پر اور نگران مقرر کرنا چاہیئے اور یہ شبہ ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں ایک وہمی نماز کے لئے نیت باندھتا تو اسے خیال ہوتا شائد نیت ٹھیک نہ باندھی گئی ہو۔ ایک احمدی کے لئے تو یہ بات ایک مشغلہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس کی نیت تو بیعت کے بعد ایسی درست ہو جاتی ہے کہ پھر اسے باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن دوسرے لوگوں کو شبہ ہی رہتا ہے کہ خبر نہیں نیت ہوئی ہے یا نہیں۔ ان کی نیت دماغ کے فکر سے نہیں ہوتی جیسے ہر مومن کی ہوتی ہے بلکہ ایک خاص عادت کے ماتحت ہوتی ہے، اور خاص الفاظ میں وہ اسے ادا کرتے ہیں۔ یعنی "چار رکعت نماز فرض پیچھے اس امام کے" وہ شخص جب یہ کہتا تو اسے یہ خیال آتا میرے آگے اور لوگ بھی کھڑے ہیں شائد نیت ٹھیک نہ ہوئی ہو اس لئے وہ لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں آجاتا۔ پھر وہاں سے اسی طرح کہتا۔ لیکن پھر خیال آتا کہ اور لوگ بھی کھڑے ہیں

شائد اب بھی نیت ٹھیک نہ ہو اور وہ سب سے اگلی صف میں آ کر کھڑا ہو جاتا وہاں انگلی سے اشارہ کر کے کہتا "پیچھے الیس امام دے" لیکن پھر یہ خیال آتا شائد اشارہ ٹھیک نہ ہوا ہو اور انگلی ٹیڑھی ہو گئی ہو اس لئے امام کی پیٹھ کو ہاتھ لگا کر کہتا۔ پھر خیال کرتا شائد میرا ہاتھ ٹھیک طرح سے نہ لگا ہو اور پھر زور سے مارتا حتیٰ کہ وہاں مارکٹائی شروع ہو جاتی۔

خدا تعالیٰ کی ہستی کی شہادت ہم لوگ اس شخص پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں وہ پاگل تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہی جنون ہمارے ہر کام میں کارفرما نظر آتا ہے۔ ہم ایک کام کے لئے نگران پر نگران مقرر کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارا دماغ تھک کر چور ہو جاتا ہے اور ہم اور نگرانوں کا تقرر اس لئے بند نہیں کر دیتے کہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اس لئے کہ مقرر کر نہیں سکتے اور یہ جذبہ ثبوت ہے اس بات کا کہ ایک کامل نگران کی ضرورت ہے جو اپنی ذات میں کسی اور کی نگرانی کا محتاج نہ ہو جس پر سستی طاری نہ ہوتی ہو اور جس کی صفات دوسروں کے فائدہ کے لئے جاری ہوتی ہوں انسان کی یہ فطرت خدا تعالیٰ کی ہستی پر شاہد اور دلیل ہے۔ ہاں اس کے عکس اور ظل کے طور پر جب انسان اپنے آپ کو اس کے رنگ میں رنگین کر لیتا ہے تو ایک حد تک وہ بھی کمال حاصل کر لیتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے شاھداً کا لفظ قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے یعنی وہ بھی نگران ہو جاتا ہے اور حقیقی شاہد ہوتا ہے۔ وہ داروغہ کی طرح نہیں کہ اس پر سب اور سپر اور اور سپر مقرر کئے جائیں بلکہ وہ شاہد کامل ہوتا ہے۔ اس پر اور نگران نہیں ہوتے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ انبیاء اس لئے نہیں بھیجے جاتے کہ وہ کسی کی اطاعت کریں بلکہ وہ مطاع بنائے جاتے ہیں وہ چونکہ مظہر صفات الٰہیہ ہوتے ہیں اس لئے ان پر اور نگران کی ضرورت نہیں ہوتی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مشین کے طور پر کام کرتے ہیں وہ اس لئے کوئی کام نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے بلکہ اس خیال کے ماتحت کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی لئے بنایا ہے وہ مبعوث کہلاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہدایت خلق کے لئے ہی کھڑا کیا ہے۔ ان کے اعمال کی علت غائی شکریہ ہوتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے۔ پھر آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا هَلْ لَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا یعنی میں جو کام کرتا ہوں وہ اس ڈر سے نہیں کرتا کہ اسے نہ کرنے کی صورت میں خدا تعالیٰ گرفت کریگا بلکہ عبد شکور بننے کے لئے کرتا ہوں تو نبی اور رسول شاہد کامل یا محافظ ہوتے ہیں۔

محاسبۂ نفس اور پھر انبیاء اور رسل سے نیچے اتر کر بہترین نگرانی محاسبہ نفس ہے۔ انسان دوسرے کے مال کی حفاظت اور نگرانی میں سستی کر سکتا ہے لیکن اپنے روپیہ پیسہ کی حفاظت سے وہ کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذاتی مفاد اسے مجبور

اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے رہا کرو۔ انسان کو محاسبہ نفس سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔" (الفضل ۹ مئی سنہ ۱۹۳۰ء)

امریکہ رُو بہ انحطاط

صدر امریکہ کا اقرار

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب ابن محترم محمد اکبر خان صاحب مرحوم لاہور

ماہنامہ انصار اللہ بابت اگست ۱۹۷۰ء میں اس عاجز کا مضمون بعنوان "دنیا کے آئندہ پچیس تیس سال" شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اُس معرکۃ الآرا تقریر جو

"امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ"

کے عنوان سے ۱۹۶۷ء میں لنڈن میں حضور نے فرمائی کے بعد دنیا کے بعض دانشوروں کے اقوال سے یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انذار کے عین مطابق ان دانشوروں کی توجہ آئندہ آنے والی تباہیوں کی طرف بڑے زور کے ساتھ مبذول ہوئی۔ نیز ان کے اندازے اور تخمینے بھی ان تباہیوں کے لئے وہی میعاد تجویز کرتے ہیں جو میعاد آنے والی عالمگیر تیسری جنگ کے واقع ہونے کے لئے حضور نے اس سے قبل بتادی تھی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وانڈز ورتھ ہال لنڈن میں اپنے اس انذاری کلام میں فرمایا:-

"پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری عالمگیر جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نئی تہذیب کا قصرِ عظیم زمین پر آرہے گا۔"

حضور نے موجودہ دولت و طاقت کے نشہ میں چور اقوام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی۔

"ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔"

انگریزی میں ضرب المثل ہے۔

" Coming events cast their Shadow before "

کہ آنے والے واقعات کے آثار قبل از وقت ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا و امامنا ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا اعلان کے دو اڑھائی سال بعد دانشورانِ مغرب کے بعض تاثرات اس عاجز کے "انصار اللہ" میں شائع شدہ گزشتہ مضمون میں بیان کئے گئے تھے۔ آج کے مضمون میں حضور اقدس کے اعلان کے عین چار سال بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر مسٹر نکسن کے ایک حالیہ بیان کا تذکرہ مقصود ہے۔ صدر امریکہ کا بیان ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کی جاری کردہ ذیل کی خبر میں مذکور ہے۔

کینساس سٹی ۷ جولائی۔ صدر نکسن نے کل یہ کہا کہ ریاست ہائے متحدہ رو بہ انحطاط ہے **ایسا انحطاط جس کا انجام تہذیب و ثقافت کی مکمل تباہی کی صورت میں نکل سکتا** ہے۔ لیکن امریکہ میں اتنی ہمت، جرأت اور قوت ہے کہ اس انجام سے محفوظ رہے۔ نکسن صاحب نے امریکہ کی اس صورت حال کا ذکر امریکہ کی تیرہ وسط مغربی ریاستوں کی مختلف خبر رساں ایجنسیوں کے ذمہ دار افراد کے سامنے ایک غیر رسمی گفتگو میں کیا۔"

(بحوالہ پاکستان ٹائمز مورخہ ۸ جولائی ۱۹۷۱ء)

صدر امریکہ جیسے با خبر انسان کا امریکی تہذیب کے ممکن انجام کے متعلق شدید خدشہ کا اظہار ہمارے لئے بے حد ایمان افروز ہے۔ کیونکہ ان کا یہ بیان ایک مردِ خدا کی آواز کی مکمل تائید کرتا ہے۔ جو آج سے عین چار سال قبل مغربی تہذیب کے ایک خاص مرکز یعنی لنڈن میں کھڑے ہو کر بلند کی گئی تھی۔

سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امریکہ کا نام لے کر انتباہ فرمایا تھا حضور کے الفاظ یہ ہیں:-

" دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست، ہر دو تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔"

اگرچہ صدر امریکہ نے یہ دعوٰے کیا ہے۔

"لیکن امریکہ میں اتنی ہمت، جرأت اور قوت ہے کہ اس انجام سے محفوظ رہے۔"

مگر ہمیں یقین ہے کہ جس طرح وہ یہ اقرار کرنے سے باز نہیں رہ سکے کہ آج کا امریکہ اپنی تہذیب و ثقافت کی مکمل تباہی کے راستے پر چل رہا ہے۔ اسی طرح یہ صدر امریکہ یا کوئی اور مغربی لیڈر یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بغیر اپنی موجودہ روش اور پالیسی کو تبدیل کئے وہ اس انجام سے بچ نہیں سکتے جو اب ان کو نظر آنے لگا ہے جیسا کہ سیدنا و امامنا ایدہ اللہ تعالےٰ نے چار سال قبل ان بڑی طاقتوں کے عبرتناک انجام کی خبر سنا کر یہ فرمایا تھا۔

"شائد آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے اور زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔"

غرض حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے آج سے چار سال قبل مغربی اور امریکی تہذیب کے جس انجام کی نشان دہی فرمائی تھی، صدر امریکہ کے حالیہ بیان سے واضح ہے کہ مغربی لیڈر اپنے اس انجام کو اب پہچاننے لگے ہیں۔ کاش وہ اب بھی سنبھل جائیں اور امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوتِ حق پر کان دھریں اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر توحید الٰہی کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے لنڈن میں آج سے چار سال قبل اپنی تقریر میں اہلِ مغرب کو یہ بھی فرمایا تھا۔

"اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کر لے، وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے۔ اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کر لے، فسق و فجور سے باز آ جائے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کرنے لگے مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پر ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذت و سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوںگی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعودہ تباہیوں سے نہ بچا سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں اور خدائے رحیم و کریم کی آواز کو سنیں

حضرت سید احمد بریلویؒ کے کارنامے

مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب بی۔ ایس سی (انجینئرنگ) لاہور

حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کے مجدد تھے۔ آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے وہ یحیٰؑ نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا (سمجھنے والا سمجھ لے) اس لئے ضروری ہے کہ بارھواں خلیفہ قریشی ہو جیسا کہ حضرت یحیٰؑ اسرائیلی ہیں۔ لیکن اسلام کا تیرھواں خلیفہ جو چودھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے جس کا نام مسیح موعود ہے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ قریش میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت عیسےٰ اسرائیلی نہیں ہیں۔ سید احمد صاحب بریلی سلسلہ خلافت محمدیہ کے بارھویں خلیفہ ہیں جو حضرت یحیٰؑ کے مثیل ہیں اور سید ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۴)

مختصر حالاتِ زندگی

قبل اس کے کہ آپ کے تجدیدی کارناموں کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر آپ کے حالاتِ زندگی بیان کر دیئے جائیں۔

حضرت سید احمد صاحب بریلوی حسنی سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو پیر کے دن رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اس وقت کے مسلمانوں کے حالات دیکھ کر نوجوانی ہی سے آپ کا دل کڑھتا تھا۔ لہذا اپنے آپ کو جہاد کی سختیوں کے برداشت کرنے کا عادی بنانے لگے۔ جسم پیدائشی طور پر بہت مضبوط تھا۔ ورزشوں کی کثرت نے اس میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ کھیلوں میں سے کبڈی آپ بڑے شوق سے کھیلتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے عام آلاتِ حرب مثلاً تلوار تیر کمان اور بندوق وغیرہ کا استعمال

سیکھا اور ان میں غیر معمولی مشق بہم پہنچائی۔

اس زمانہ میں مغلوں کی قوت مضمحل ہو چکی تھی۔ تمام صوبے ایک ایک کر کے مرکز سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ مرہٹے ملک کے بڑے حصے پر چھائے ہوئے تھے۔ پنجاب میں رنجیت سنگھ کا فوجی غلبہ تھا۔ سندھ کی حکومت چار امیروں کے ہاتھ میں تھی۔ اودھ میں شجاع الدولہ نے۔ دکن میں نظام نے۔ بنگال۔ بہار اور اڑیسہ میں علی وردی خان نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر رکھا تھا۔ انگریزوں نے بھی ہندوستان میں اپنے قدم جما لئے تھے۔ الغرض ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا۔

حضرت سید احمد صاحب سترہ سال کی عمر میں دہلی چلے آئے اور حضرت شاہ عبد العزیز کی بیعت کی۔ اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھنے لگے۔ اسی زمانہ میں آپ نے بڑی کٹھن ریاضتیں اور مجاہدے شروع کئے۔ رات کو اتنا لمبا عرصہ کھڑا رہا کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔ سید صاحب نے چھ سال دہلی میں قیام کیا۔ اور جب تئیس برس کے ہوئے تو رائے بریلی واپس آ گئے۔ اسی سال آپ کی شادی نصیر آباد میں ہوئی۔ شادی کے بعد آپ نواب امیر خان صاحب کے پاس لکھنؤ چلے گئے اور تقریباً سات سال نواب کے لشکر میں گزارے۔ اس عرصہ میں مختلف لڑائیوں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ حضرت سید صاحب کا بیان ہے کہ وہ ایک الہام کی بناء پر نواب کے لشکر میں شریک ہوئے تھے اور مقصد یہ تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے قیام کی سعی کی جائے۔ اس زمانہ میں بھی آپ سخت ریاضتیں کیا کرتے تھے۔

مئی یا جون ۱۸۱۸ء میں آپ نواب امیر خان کے لشکر کو چھوڑ کر واپس دہلی آ گئے۔ ایک روایت ہے کہ سید صاحب کے دہلی پہنچنے سے ایک ہفتہ پہلے شاہ عبد العزیز صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ سید صاحب نے دہلی پہنچ کر اپنی اصلاح و تجدید کے کام کا آغاز فرمایا اور سلسلہ بیعت شروع فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر بتیس سال کی تھی۔ جون ۱۸۱۹ء میں رائے بریلی واپس آ گئے۔ سوا دو برس رائے بریلی میں رہے اور پھر اپنے احباب سمیت حج کے لئے نکل پڑے۔ ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد واپس رائے بریلی پہنچے۔ سفر حج میں گویا دو سال اور دس ماہ خرچ ہوئے۔

اس زمانہ میں مسلمانوں پر سب سے زیادہ ظلم پنجاب میں ہو رہا تھا جہاں پر سکھ مسلط تھے۔ سکھوں کی تعدیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔ اذان بند تھی۔ ذبیحہ گاؤ ممنوع تھا۔ مساجد کی بے حرمتی ہو رہی تھی۔ کسی کی جان مال اور آبرو محفوظ نہیں تھی۔ اس لئے سید صاحب نے سکھوں سے لڑ کر مسلمانوں کو اس ظلم سے نجات دلانے کا پروگرام بنایا۔ جہاں تک انگریزوں کی حکومت کا تعلق تھا اس کے بارے میں مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری اپنی

کتاب تواریخ عجیبہ کے صا۱۷ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دُور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں۔ دینِ اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاویگا سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت نہیں کرنا چاہتے ..... سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہ وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبے کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو ان سے بھی لڑنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

سرکارِ انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو عبادتِ لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الٰہی اور احیاء سنت سید المرسلینؐ ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔"

الغرض آپ نے مرکزِ جہاد کے لئے صوبہ سرحد کو منتخب کیا۔ ایک برس اور دس مہینے جہاد کی تیاری میں بسر ہوئے اور ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو آپ نے رائے بریلی سے سفرِ ہجرت کا آغاز فرمایا۔ آپ بندھیل کھنڈ سے ہوتے ہوئے گوالیار اور ٹونک پہنچے۔ پھر راجپوتانے کے صحرا سے گزرتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے حیدر آباد اور شکار پور سے ہوتے ہوئے بلوچستان کے صحرائی علاقہ میں سے گزرے۔ ان دنوں شدید گرمی کا موسم تھا خشک پہاڑ۔ خطرناک۔ درے دشوار گزار راستہ اور اس پر کھانے پینے سواری اور روپے پیسے کی شدید کمی۔ کوئٹہ۔ درہ بولان سے ہوتے ہوئے قندھار اور غزنی (افغانستان پہنچے) اور وہاں سے پشاور اور چارسدہ پہنچ گئے اور جہاد کا آغاز ہو گیا۔ آپ کے حالاتِ جہاد بہت طویل بھی ہیں اور دردناک بھی یہ مکالمہ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ آپ ۶ مئی ۱۸۳۱ء جمعہ کے روز سکھوں سے لڑتے ہوئے تقریباً ساڑھے چوالیس سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کے حالاتِ جہاد کا سب

سے دردناک حصہ خوانین سرحد کی غداری اور اہل سرحد کا روپے پیسے کے لئے حد سے بڑھا ہوا لالچ اور ملانوں کے فتوے تھے۔ مولوی مسعود احمد صاحب ندوی اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی تحریک" کے صفحہ ۹۴ پر ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اپنی بدنصیبی کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے۔ دل میں ایک ہوک اٹھتی ہے اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے جب کبھی ملانوں کے فتوے اور خوانین سرحد کی غداری یاد آتی ہے ۔۔۔ جاہل ملانوں نے مجاہدین کو وہابی کہنا شروع کیا جن کی اصلاح و بہبودی اور امداد و معاونت کے لئے اس بے برگ و نوا سید زادے اور اس کے جان نثاروں نے ہجرت کی مشکلیں گوارا کیں وہ خود جان کے دشمن ہو گئے۔ کھانے میں زہر بھی دیا گیا۔ پشاور فتح ہو چکا تھا مگر سرداران پشاور کی غداری کے باعث سید صاحب کے مقرر کردہ عمال اور خاص اصحاب کا قتل عام ہوا اور پھر اتنی بددلی ہوئی کہ وہ نواح پشاور کو چھوڑ کر وادی کاغان سے متصل راج دواری کی آبادی کو منتقل ہو گئے ۔۔۔۔۔۔ اور آخر کار بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْيَاسِيْنَ (۳۷/۴) یعنی الیاسین پر ہمیشہ ہمیش سلامتی ہوتی رہے کی تفسیر میں "تفسیر صغیر" میں فرماتے ہیں:- "بعض نے کہا یہ الیاس کی قرأت ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ الیاس کی جمع اِلْيَاسِيْن بھی ہوتی ہے اور یہودی اور اسلامی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ الیاس تین ہیں۔ ایک الیاس جو حضرت موسےٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے تھے اور ایک جن کا نام پیشگوئی میں الیاس آیا تھا اور حضرت مسیح نے بھی ان کو الیاس قرار دیا ہے۔ اور ایک آخری زمانہ میں آنے والا الیاس جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے اسی طرح ظاہر ہونا تھا جس طرح مسیح ناصری کے لئے یحیٰ تھے۔ یہ الیاس حضرت سید احمد بریلوی تھے جن کی قبر اس وقت بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں ہے۔"

حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے تجدیدی کارنامے

مسلمانوں میں دینی روح کا قیام :- حضرت سید احمد صاحب کی اصلاح و تجدید کے کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں مسلمان بنایا جائے۔ آپ جس طریقہ میں بیعت لیتے تھے اس کا نام طریقہ محمدیہ ہے۔ آپ مسلمانوں میں جس روح کے پیدا کرنے کی تڑپ دل میں رکھتے تھے اس کا اظہار شرائط بیعت سے

ہوتا ہے۔ جناب غلام رسول صاحب مہر اپنی کتاب "سید احمد شہید" کے صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱ پر لکھتے ہیں
"طریقہ محمدیہ ہندوستان میں اس وقت تصوف کے تین ہی طریقے عام طور پر رائج تھے قادری
چشتی۔ اور نقشبندی۔ نقشبندی طریقہ کا ایک سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
سے انتساب کے باعث طریقہ مجددیہ کہلاتا تھا۔ سید صاحب ان طریقوں کے علاوہ طریقہ
محمدیہ میں بھی بیعت لیتے تھے۔ رام پور میں اس طریقے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:-
طریقہ محمدیہ یہ ہے کہ زندگی کا ہر کام صرف رضائے رب العالمین کے لئے کیا جائے۔ نکاح
کی غرض یہ ہو کہ انسان فسق و فجور سے محفوظ رہے۔ تجارت یا ملازمت اس نیت سے کی
جائے کہ انسان حلال روزی کما کر خود بھی کھائے اور اہل و عیال کو بھی کھلائے۔ استراحتِ
شب کا مدعا یہ ہو کہ انسان جوفِ لیل میں اٹھ کر نماز تہجد کرے اور نماز فجر اول وقت پڑھے
کھانا اس لئے کھایا جائے کہ جسم میں بقدر ضرورت طاقت بحال رہے تاکہ انسان خدا کے احکام
مستعدی سے بجا لائے۔ نماز پڑھے، روزے رکھے۔ حج کے لئے جائے۔ ضرورت پڑے تو جہاد
کے لئے تیار ہو۔ غرض چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے میں مقصود
احکامِ خداوندی کی بجا آوری اور مرضیاتِ باری تعالے کی پابندی کے سوا کچھ نہ ہو بہ الفاظ
دیگر ہر فرد آیہ مبارکہ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
کا عملی نمونہ بن جائے۔"

اگر طریقہ محمدیہ کو ایک فقرہ میں ادا کرنا ہو تو یہ ہوگا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ ہزاروں مسلمان
آپ کے طریقہ تصوف میں داخل ہو کر حقیقی مسلمان بن گئے۔

۲۔ فریضۂ حج کا احیاء:- اُس زمانہ میں ہندوستان کے علماء کے گروہ نے بحری سفر میں اندیشۂ
موت کے پیشِ نظر یہ فتوے دے رکھا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے۔ غور و فکر کے
بعد سید صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس فریضہ کے احیاء کے لئے خود اپنی مثال قائم کریں اور مسلمانوں کو صلائے
عام دے دیں کہ جس کا جی چاہے تیار ہو جائے خواہ اس کے پاس خرچ نہ ہو۔ میں اپنی ذمہ داری پر خدا کے
فضل و کرم سے حج کروا کر لاؤں گا۔ چنانچہ چار صد کے قریب مرد و زن آپ کے ہمراہ چلنے پر تیار ہو گئے اور حج
سے مشرف ہوئے اس سفر میں جس طرح قدم قدم پر خدا کی تائید و نصرت آپ کے ساتھ رہی اور عقیدتمندوں
کے ذریعہ سفر کے اخراجات پورے ہوتے گئے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ایمان افروز داستان ہے۔ آپ نے حج
سے پہلے بہت دعا کی کہ اے خدا ہند کے ہزاروں مالدار اس لئے حج سے محروم رہ گئے کہ راستہ کا امن

نہیں ہے۔ اپنی اپنی رحمت سے ایسا راستہ کھول دے کہ جو ارادہ کرے بے دغدغہ چلا جائے اور اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا جب تو حج کرے گا تو یہ راستہ علی العموم کھول دیں گے"۔ (سید احمد شہید از غلام رسول صاحب مہر صلا۱۹۳)

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد جس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے حج کے راستے کھول دیئے وہ آپ کی دعا کی قبولیت کا نشان ہے۔

۳۔ احیائے سنت کے کارنامے:۔ آپ نے اپنے عمل سے اور تبلیغ و ارشاد سے جو احیائے سنت کے ممتاز کارنامے انجام دیئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ نکاح بیوگان کا آغاز کیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ میل جول میں جو بہت سی مشرکانہ اور غیر شرعی رسمیں اختیار کر لی تھیں انہی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بیوہ عورتوں کی شادی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ جہاں جہاں گئے وہاں بیوہ عورتوں کے نکاح کروائے اور سب سے پہلے اپنے بھائی کی بیوہ سے خود شادی کی یہ آپ کا نکاحِ ثانی تھا۔ بہت سے مسلمانوں کے نام مشرکانہ اور ہندوانہ تھے۔ آپ نے ان کے ناموں کو تبدیل کیا اور اسلامی نام رکھے۔ بہت سے مسلمان ہندوؤں کے زیر اثر ختنے کرانے چھوڑ بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کے ختنوں کا انتظام کیا۔ الغرض بے شمار ہندوانہ اور مشرکانہ رسومات سے متبعین کو پاک کیا اور سچی توحید پر قائم کیا۔

۴۔ فریضۂ جہاد کا احیاء:۔ حضرت سید صاحب کی پیدائش سے پہلے ہی مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو چکا تھا۔ غیر مسلموں کے اقتدار کا سیلاب ہر طرف سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ مسلمانوں کے عقائد اور اعمال میں فساد برپا ہو چکا تھا۔ امراء عیش پسند ہو چکے تھے۔ الغرض مسلمانوں پر بالعموم مایوسی کا عالم طاری تھا۔ اس عالت کے دور کرنے کے لئے سید صاحب کے دل میں بہت درد اور جوش پیدا ہوا اور آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد بیدار کرنے کی پوری کوشش کی۔

مسلمانوں پر سب سے زیادہ ظلم پنجاب میں سکھوں کی جانب سے ہو رہا تھا جن کے خلاف آپ نے جہاد کا اعلان فرمایا۔ آپ نے مجاہدین کے اندر جو روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کیا وہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ تمام مجاہدین بلا استثناء تہجد خواں تھے۔ ایک ہی رنگ میں رنگین اسلامی شعار کے پابند اور آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھنے والے تھے۔ رات کو آپ کے مواعظ حسنہ سنتے سنتے آپ کے اردگرد پڑاؤ کی طرح پڑے رہتے۔ عجیب بے تکلفی کا عالم ہوتا تھا کسی کو اپنے سر پیر کا ہوش نہ ہوتا۔ جب حضرت سید صاحب تہجد کیلئے اٹھتے تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ پڑتے۔ سید صاحب تہجد کے بعد وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ صوبہ سرحد کے ایک سفر میں جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے ایک ایسی جگہ سے مجاہدین پانی لینے جایا کرتے تھے۔ جہاں سے وہاں کی مقامی عورتیں بھی پانی بھرا کرتی تھیں وہ کہتی تھیں کہ یہ لوگ یا تو مرد نہیں ہیں اولیاء اولیاء اللہ ہیں۔ جہاں ہم پانی بھرنے جاتی تھیں وہاں وہ بھی آیا کرتے

تھے لیکن ان میں سے کبھی کسی ایک نے بھی ہماری طرف بالارادہ نہیں دیکھا۔ پوری جماعت غضِ بصر کی شدت سے پابند تھی۔

یوں تو آپ کی ساری زندگی ہی دعاؤں میں گزری تھی لیکن بالاکوٹ کی آخری لڑائی سے پہلے تو خاص طور پر دعاؤں میں مصروف رہا کرتے تھے چنانچہ ایک روز آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:۔

"بھائیو! اگر چند روز کی مہلت دو تو جی چاہتا ہے کہ کسی پہاڑ پر تنہا بیٹھ کر اپنے پروردگار کو خوب راضی کرلوں۔ آپ لوگ بھی عبادت میں لگ جائیں"۔

(سیداحمد شہید از غلام رسول صاحب مہر صفحہ ۳۶۶)

حضرت سید صاحب خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ آپ کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ آپ تو اپنے پیارے خالق کے پاس جا پہنچے لیکن آپ کی دعائیں رنگ لائیں اور آپ کی شہادت کے چند ہی سال بعد اللہ تعالےٰ نے ایسا تصرف فرمایا کہ پنجاب سے سکھوں کی حکومت مٹ گئی۔ مسلمانوں کو بے پناہ مظالم سے نجات ملی اور مذہبی آزادی کا دور دورہ شروع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو۔ کیونکہ اس کے خون سے ایک ظالم سلطنت کا استیصال کر کے مسیح موعود کے لئے جو یہ راقم ہے راہ کو صاف کیا۔ اسی کے خون کا اثر معلوم ہوتا ہے جس نے انگریزوں کو پنجاب میں بلایا اور اس قدر سخت مذہبی روکوں کو جو ایک آہنی تنور کی طرح تھیں دُور کر کے ایک آزاد سلطنت کے حوالہ پنجاب کو کر دیا۔ اور تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈال دی"۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۹۶ حاشیہ)

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہند میں دو واقعات ہوئے ایک سید احمد صاحب کا اور دوسرا ہمارا۔ ان کا کام لڑائی کرنا تھا انہوں نے شروع کردی مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے"۔

الغرض حضرت سید احمد صاحب شہید نے جس جہاد کا آغاز کیا تھا وہ آج بھی جماعت احمدیہ کے مقدس خلفاء اور ان کے متبعین کے ذریعہ دُنیا بھر میں جاری ہے۔ چنانچہ خود خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے آپ کا کام یہ قرار دیا ہے کہ يُحْيِي الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ کہ آپ

کے ذریعہ دنیا بھر میں دین کو زندہ کیا جائے گا اور شریعت کو قائم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب وجودوں پر اپنی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے جنہوں نے اسی راہ میں اپنی زندگیوں کو قربان کر دیا اور ابدی جنتوں کے وارث بن گئے۔ اور مِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کے مصداق بنے اور وہ بھی جو اس راہ میں ہر قسم کی قربانیاں بجا لا رہے ہیں۔ اور مِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ کے مقدر گروہ میں شمولیت کا اعزاز رکھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

عظیم الشان رحمت کا نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے۔ جیسے فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دیوے اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کر دیوے اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام امتوں میں تھے وہ اس اُمت میں جمع کر دیوے۔"

(الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء)

اصلاح وارشاد اور اس کے ذرائع

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر نائب قائد اصلاح وارشاد مجلس مرکزیہ

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رکھے جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے اپنی ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا ایسی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رو براہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیجکر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کردیا۔"

یہ وہ شاندار اعلان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوے کے بعد اپنی پہلی تصنیف "فتح اسلام" میں فرمایا اور ہمیں اس وقت اسلام کی فتح کی بشارت سنائی جبکہ ساری دنیا مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے باعث اسلام کی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی اور ابھی اس اعلان پر ۸۰ برس ہی گزرے ہیں کہ دنیا اسلام کی زبردست قوت کا اقرار کرنے لگ گئی ہے۔ مگر یہ تو آغاز ہی ہے بقول حضرت المصلح الموعود رض ؎

ہے ساعت سعد آئی اسلام کی جنگوں کی
آغاز تو میں کردوں انجام خدا جانے

اصلاحِ خلائق کے لئے حضور علیہ السلام نے جو پانچ ذرائع استعمال فرمائے تھے وہ درج ذیل ہیں:۔

۱- تالیف و تصنیف

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا انتظام اس عاجز کے سپرد کیا گیا اور وہ معارف و حقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں صرف خداتعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیئے گئے"

(فتح اسلام) حضور علیہ السلام نے ان حقائق و معارف پر مشتمل ۸۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ بے شمار لیکچر دیئے جواب صفحہ قرطاس پر آکر دنیا کی ہدایت کا باعث بن رہے ہیں۔ پھر یہ سلسلہ آپ کے بعد آپ کے خلفائے کرام نے بھی جاری رکھا اور جماعت کے علماء بھی نئی سے نئی کتابیں تیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب جماعت احمدیہ کے پاس ہر مضمون پر کافی و شافی لٹریچر موجود ہے۔ اور دنیا کی مختلف زبانوں میں بھی۔ ضرورت ہے کہ پیاسی دنیا کو اس کے ذریعہ سیراب کیا جائے۔ ہماری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ دشمن سے دشمن انسان نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات کو پڑھا تو وہ آپ کے عاشقوں میں سے ہو گیا۔ سیلون میں ایک دوست تھے جو صبح سیر کے لئے جاتے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" (تامل ایڈیشن) اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے جو کوئی دوست ملتا اسے پڑھنے کے لئے دیتے۔ پڑھنے کے بعد جب وہ دوبارہ ملتا تو کتاب لکھنے والے کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا۔ پھر کتاب دینے والے سے کہتے کہ یہ معارف صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ اس لئے ہمیں دیئے گئے ہیں کہ ہم ان کو دنیا بھر میں پھیلا دیں تا سب کا بھلا ہو۔

۲- اشتہارات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔" (صفحہ ۱۳)

اس مفید سلسلہ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں خوب فائدہ اٹھایا اور جماعت احمدیہ

اب تک اس سلسلہ کو وسیع سے وسیع تر کرتی چلی جا رہی ہے۔ ۱۹۴۵ء میں جب ہمارے نو مبلغین کا گروپ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رض امام مسجد لنڈن کے پاس پہنچا تو انہوں نے ایک لاکھ اشتہار "قبر مسیح" کے متعلق طبع کروا رکھا تھا جسے ہم سب نے مل کر لنڈن میں خوب تقسیم کیا جس کا بڑا اچھا ہوا تھا۔ میرا اپنا تجربہ ہے ہم ماریشس میں عید میلاد النبی کے موقعہ پر ہر سال ایک لاکھ پمفلٹ شائع کر کے ہر ماریشس کے گھر پہنچانے کا انتظام بھی کرتے رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر کس و ناکس اب حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے واقفیت رکھتا ہے۔ اشتہارات کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس پر خرچ کم آتا ہے۔ اور لوگوں کو مختصر وقت میں کچھ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر جن کو اس کا مزا آجائے وہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور کتابوں سے مزہ حاصل کر سکتا ہے۔

۳۔ ملاقات کی غرض سے آنے والے طالبان حق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"تیسری شاخ اس کارخانہ کی واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشو و نما میں ہے۔ اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم مگر بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہوں گے اور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا اور ان کے مشکلات حل کر دیئے گئے اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا اس کا علم خدا تعالےٰ کو ہے۔" (فتح اسلام)

یہ تیسرا طریق پیغام حق پہنچانے کا ہے۔ جس کی کئی شکلیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قائم ہو چکی تھیں مثلاً روزانہ ملاقاتوں کے علاوہ جلسہ سالانہ کا اہتمام بھی حضور نے فرمایا۔ پھر خوشی کی تقاریب پر بھی قادیان میں جلسے منعقد کئے گئے۔ آخری سفر لاہور میں اہل لاہور کو ایک دعوت پر بلا کر ان کی روحانی دعوت کا بھی انتظام حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اصل میں یہی طریق سب سے مفید ہے اور باقی تو اس کے ممد و معاون ہیں

مکتوبات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"چوتھی شاخ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف سے لکھے جاتے ہیں ...... ہر ایک مہینے میں غالباً تین سو سات سو یا ہزار تک خطوط کی آمد ورفت کی نوبت پہنچتی ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۲۷)

یہ وہ طریق ہے جس کو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی استعمال فرمایا تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تھے ان خطوط کو مؤثر اور مصدقہ بنانے کے لئے "محمد رسول اللہ" والی خاتم (مہر) بھی تیار کروائی تھی۔ آجکل تو Pen Friend ship کا رواج عام ہو گیا ہے۔ ہمیں اس کو نیک کاموں کے لئے ضرور استعمال کرنا چاہیئے۔

کشتی نوح اور اس کی تیاری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی وہ مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا۔"

یہ پانچواں طریق بھی حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب "فتح اسلام" میں بیان کر دیا ہے۔ گویا دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتے چلے جانا ضروری ہے۔ تا اسلام پر عمل کرنے والوں کی تعداد دوسروں پر غالب آجائے۔

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور اہم بات ہمیں یہ بتائی ہے کہ

"یہ پانچ طور پر سلسلہ ہے جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ اگرچہ ایک سرسری نگاہ ڈالنا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھے گا اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کرے گا مگر اللہ تعالےٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں اور جس اصلاح کے لئے اس نے ارادہ فرمایا ہے وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچ طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔" (صفحہ ۲۶)

پس نہایت ضروری ہے کہ ہم انصار حضور کے فرمودہ ذرائع کی کماحقہ پیروی کریں یہاں تک کہ ساری دنیا مشاہدہ کر لے اور اقرار کرلے کہ

"اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج"

بحضور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ

مری طرف بھی ذرا التفات ہو جائے
کہ رشکِ کعبہ مرا سومنات ہو جائے

مری حیات پہ چھائی ہوئی ہے مرگِ جمود
یہ حس سے رقص میں آئے وہ بات ہو جائے

نئی زمین نیا آسمان پیدا ہو
کچھ ایسی زیر و زبر کائنات ہو جائے

وہ انقلاب بپا ہو مرے رگ و پے میں
کہ برق پا مری نبضِ حیات ہو جائے۔

مری نظر سے نظر اِس طرح ملا ساقی
کہ تیری اور مری ایک ذات ہو جائے

بتا دے چال وہ شطرنجِ زیست کی مجھ کو
کہ جس سے بازیٔ ابلیس مات ہو جائے

یہ شش جہات مرے کام کا نہیں تنویر
بدل بدل کہ نیا شش جہات ہو جائے

تنویر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعائیں

مرتبہ:۔ مکرم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی

۱۵۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ

اے ہمارے خدا ہمیں بخش کیونکہ ہم خطا پر تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دے دی ہے کہ بہت سے اس جماعت میں سے ہیں، جو ابھی اس جماعت سے باہر اور خدا کے علم میں اس جماعت میں داخل ہیں۔ بار بار ان لوگوں کی نسبت یہ الہام ہوا ہے
یَخِرُّوْنَ سُجَّدًا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ
یعنی سجدہ میں گریں گے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کیونکہ ہم خطا پر تھے۔"

بت ۳۲۲۔ (ایام الصلح ص۱۷۷) اربعین ۳ص ۳۵-۳۶)

۱۶۔ ۱۵ نومبر ۱۸۹۵ء اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

میں مغلوب ہوں پس میری مدد کر۔

(تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رجسٹر محاورات عرب۔ بحوالہ تذکرہ ص۳۲۸)

۱۷۔ مولوی محمد علی ۔ خدا میرا بھی گنہ بخشے۔

رجسٹر محارات العرب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دو الہامات رقم فرمائے ہیں جو اس طرح ہیں۔

الہام محمد علی خان بِاَیِّ عَزِیْزٍ بَعْدَہٗ تَتَّقُوْن

مولوی محمد علی ۔ خدا میرا بھی گنہ بخشے۔ (تذکرہ ص۳۲۸)

(مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام نواب محمد علی خان صاحب مورخہ ۲۲ نومبر ۱۸۹۸ء۔ مندرجہ الحکم جلد نمبر ۳۶۔ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۳ء ص۵)

۱۸۔ ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء رَبِّ اَصِحَّ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ

یعنی اے میرے خدا! میری اس بیوی کو بیمار رہنے سے بچا اور بیماری سے تندرست کر۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس بچہ کے پیدا ہونے کے وقت کسی بیماری کا اندیشہ ہے۔ سو اس الہام کو میں نے اس تمام جماعت کو سنا دیا جو میرے پاس قادیان میں موجود تھے اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے بہت سے خط لکھ کر اپنے تمام معزز دوستوں کو اس الہام سے خبر کر دی۔ (تریاق القلوب صفحہ ۴۱ تذکرہ صفحہ ۳۳۴)

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا الہامی دعا کے ساتھ ہی اس سے پہلے حضور علیہ السلام کو الہام ہوا۔

اِصْبِرْ مَلِيًّا سَأَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا

یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے پاک لڑکا عطا کروں گا۔ (تریاق القلوب ص۴۱)

اوپر والے الہام میں جس بچہ کی پیدائش کا ذکر ہے وہ اسی الہام کی طرف اشارہ ہے

۱۹ - ۲۷ جون ۱۸۹۹ء - يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

إِنَّ رَبِّيْ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ

حضرت اقدس کیا دیکھتے ہیں کہ آگ اور دھواں ہے اور چنگاریاں اڑ کر آپ کی طرف آتی ہیں مگر ضرر نہیں دیتیں اس حال میں آپ یہ پڑھ رہے ہیں۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ

إِنَّ رَبِّيْ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ

(منقول از خط مولانا عبدالکریم صاحب مورخہ ۲۳ جون ۱۸۹۹ء مندرجہ الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ - مورخہ ۲۳ جون ۱۸۹۹ء ص۸) تذکرہ ص۳۳۶

۲۰ - ۲ ستمبر ۱۸۹۹ء　رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام میں اس وقت ہوا جب آپ اپنی کتاب تریاق القلوب مرتب فرما رہے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اس وقت جو میں یہی مقام لکھ رہا تھا الہام ہوا۔ اور آج دوسری ستمبر ۱۸۹۹ء روز شنبہ اور ایک بجے کا عمل وقت نماز ظہر ہے۔" (تریاق القلوب ص۵۹ حاشیہ) ت ۳۳۹

۲۱ - ۱۹۰۰ء　قُلْ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

(از مکتوب مولانا عبدالکریم صاحب مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۰۰ء مندرجہ الحکم جلد ۱۰ - نمبر ۳۵

۲۲ - ۱۹۰۰ء - رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ

اے ہمارے خدا ہمارے گناہ معاف کر ہم خطا پر تھے　　(اربعین نمبر ۳ ص۳۵) ت ۳۹۴

یہ ایک طویل الہام کا ایک حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے منکرین پر اتمام حجت کردی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آئندہ کے لئے بشارتیں دی ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔ ترجمہ۔ عنقریب ہے کہ خدا تم میں اور تمہارے دشمنوں میں دوستی کردے گا اور تیرا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس روز وہ سجدے میں گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے خدا ہمارے گناہ معاف کر ہم خطا پر تھے۔

(اربعین صفحہ ۲۵، ت ص۳۹۵)

۲۳۔ ۱۹۰۰ء۔ اَصِحَّ زَوْجَتِیْ

اس الہام کی تشریح "الحکم" میں یوں درج ہے۔

"حضرت ام المومنین علیہا السلام کی طبیعت ۳ر جنوری ۱۹۰۱ء کو کسی قدر ناساز ہوگئی تھی اس کے متعلق حضرت اقدس نے سیر کے وقت فرمایا کہ چند روز ہوئے میں نے گھر میں کہا کہ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ کوئی عورت آئی ہے اور اس نے آکر کہا ہے کہ تمہیں (حضرت ام المومنین مراد ہیں (مرتب) کچھ ہوگیا ہے اور پھر الہام ہوا اَصِحَّ زَوْجَتِیْ

چنانچہ کل ۳ر جنوری ۱۹۰۱ء کو یہ کشف اور الہام پورا ہوگیا۔ یکایک بے ہوشی ہوگئی اور جس طرح پر مجھے دکھایا گیا تھا اسی طرح ایک عورت نے آکر بتادیا۔"

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۵) ت ص۴۰۳)

۲۴۔ اپریل ۱۹۰۱ء۔ رَبِّ زِدْ فِیْ عُمُرِیْ وَفِیْ عُمُرِ زَوْجِیْ زِیَادَۃً خَارِقَ الْعَادَۃِ

یعنی اے میرے رب! میری عمر اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادت فرما۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷ر اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳) ص ۴۰۶

۲۵۔ ۱۹۰۱ء۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی
رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ

اے میرے رب تو مجھے دکھا کہ تو مُردہ کیونکر زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما۔

اس الہام کو اپنی کتاب نزول المسیح میں درج کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" اس الہام میں یہ خبر دی گئی کہ کبھی ایسا موقع آنے والا ہے کہ ہمیں یہ دعا کرنی پڑے گی اور وہ قبول ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ ایک دفعہ ہمارا لڑکا مبارک احمد ایسا سخت بیمار ہوا کہ سب نے کہا کہ مرگیا ہے۔ ہم اٹھے اور دعا کہتے ہوئے لڑکے پر ہاتھ پھیرتے تھے تو لڑکے کو سانس آنا شروع ہوگیا

تھا۔ علاوہ ازیں یہ الہام اس طرح سے بھی پورا ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ہمارے ہاتھ سے ہزارہا روحانی مردہ زندہ کئے ہیں اور کر رہا ہے۔" (نزول المسیح ص۲۳۵ د ص۲۳۶) ت ۵۱۴

۲۶۔ ۶ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

(اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خدمت گزار ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما)

اس الہامی دعا کی شانِ نزول حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سربستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے آئے ہیں۔ ایک ان میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا پھر دوسرا آیا تو اسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہُوا تو اس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ میں نے اس وقت یہ غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر میں نے پھر نہ دیکھا۔ اس وقت خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر مندرجہ ذیل دعا القا کی گئی۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسمِ اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی۔"

(البدر جلد ۱ نمبر ۷ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء ص۵۴) ت ۔ ۴۴۲ - ۴۴۳ (حقیقۃ الوحی ص۲۸۱)

۲۷۔ مئی ۱۹۰۲ء۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ اَهْلَكْتَ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا

یعنی اے خدا! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔" (الحکم جلد ۲ نمبر ۲ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء ص۵) ت ۴۳۰

۲۸۔ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء۔ رَبِّ اِنِّيْ مَظْلُوْمٌ فَانْتَصِرْ

اے میرے رب مجھ پر ظلم کیا گیا تو میرا انتقام لے (کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ص۲ ت ص۴۷۰)

۲۹۔ ۹ ستمبر ۱۹۰۳ء۔ یَا حَفِیْظُ ۔ یَا عَزِیْزُ ۔ یَا رَفِیْقُ

(اے حفاظت کرنے والے۔ اے غالب۔ اے رفیق۔)

اس الہام کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام یوں فرماتے ہیں:۔

"مجھے الہام ہوا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ

(تمہارے لئے سلامتی ہے خوش رہو۔)

پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا اس کا علاج خداتعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اس کے ناموں کا ورد کیا جائے۔ یَا حَفِیْظُ ۔ یَا عَزِیْزُ ۔ یَا رَفِیْقُ

رفیق خداتعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسمائے باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔"

(البدر جلد ۲ نمبر ۳۵۔ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۸۰) ت ۔ ۴۸۵

۳۰۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۳ء۔ "الٰہی میرے سلسلے کو ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو"

"مَیں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آج بہت سی دعائیں امور ضروری کے متعلق مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ آخر مَیں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بھول گئیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ ایک دعا یہ ہے کہ

"الٰہی میرے سلسلے کو ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں تھیں اتنے میں خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے سال ہو جاوے۔ مَیں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی۔ میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش ہو رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو مَیں آمین کہوں گا۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر پچانوے برس کی ہو جاوے۔ اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا کہ یہ وجہ تھی فلاں وجہ تھی جو میرے ذہن سے جاتا رہا۔ مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا کہ گویا وہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۴۷ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۷۴) ت ۴۹۷

۳۱۔ ۵ مئی ۱۹۰۴ء رَبِّ اجْزِہٖ جَزَآءً اَوْفیٰ

(اے میرے رب اسے پوری پوری جزا دے)

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۵) ت ۵۱۳

۳۲۔ ۱۹۰۴ء " مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دُعا کرے تو مَیں تیری سنوں گا۔"

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۴) ت ۵۱۵

۳۳۔ ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْکَافِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الشَّافِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الْغَفُوْرِ الرَّحِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْبَرِّ الْکَرِیْمِ ۔ یَا حَفِیْظُ یَا عَزِیْزُ یَا رَفِیْقُ یَا وَلِیُّ اِشْفِنِیْ ۔

(مَیں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو کافی ہے۔ مَیں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو شافی ہے ۔ مَیں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو غفور و رحیم ہے۔ مَیں اللہ کے نام کے ساتھ مدد چاہتا ہوں جو احسان کرنے والا کریم ہے۔ اے حفاظت کرنے والے اے غالب اے رفیق ۔ اے ولی مجھے شفا دے)

(البدر جلد ۴ نمبر ۴ مورخہ یکم فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۳) ت ۔ ۵۲۵

۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس کے دائیں رخسار مبارک پر ایک آماس سا نمودار ہوا جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ حضور نے دعا فرمائی تو مندرجہ بالا فقرات الہام ہوئے دَم کرنے سے فوراً صحت حاصل ہو گئی۔

۳۴۔ ۱۴ فروری ۱۹۰۶ء ۔ رَبِّ اشْفِ زَوْجَتِیْ ھٰذِہٖ وَاجْعَلْ لَھَا بَرَکَاتٍ فِی السَّمَآءِ وَبَرَکَاتٍ فِی الْاَرْضِ ۔

(اے میرے رب میری اس بیوی کو شفا بخش اور اسے آسمانی برکتیں اور زمینی برکتیں عطا فرما)

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۷ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱) ت ۵۹۶

۳۵۔ ۹ مارچ ۱۹۰۶ء ۔ رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ
رَبِّ لَا تُرِنِیْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ

(اے میرے رب مجھے قیامت کا زلزلہ نہ دکھا۔ اے میرے رب ! ان میں سے کسی کی موت مجھے نہ دکھلا) (بدر جلد ۲ نمبر ۱۱ ۱۶ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲) ت ۶۰۳

۳۶۔ ۹ مارچ ۱۹۰۶ء ۔ رَبِّ اَرِنِیْ اٰیَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اِکْرَامٌ مَّعَ الْاِنْعَامِ

(اے میرے رب ! مجھے آسمان سے ایک نشان دکھلا ۔ اس نشان کے وقت خدا ایک عزت دے گا جس کے ساتھ ایک انعام ہوگا۔ (الحکم ضمیمہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء) ت ۶۰۴

۳۷۔ ۲۰ مارچ ۱۹۰۶ء۔ رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا۔ رَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلَی النَّارِ

یعنی اے میرے خدا! یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اس کا وقت کچھ پیچھے ڈال دے۔ اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے۔

آپ زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی تھی کب آوے گا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی اور پھر الہام ہوا۔

رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا

یعنی اے میرے خدا! یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اس کا وقت کچھ پیچھے ڈال دے۔ قاعدہ نحو کے مطابق ھٰذا کی جگہ ھٰذِہٖ چاہیئے تھا۔ مگر اس جگہ ھٰذَا سے مراد ھٰذَا العَذَاب ہے۔ کیونکہ اصل غرض تو عذاب سے ہے۔ ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آچکے ہیں۔ پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔

رَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلَی النَّارِ

یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے۔ یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جاوے جس کو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو اور جس کو میں چھوڑنا چاہوں وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء صـ۱) ت ۶۰۲

۳۸۔ ۸ اپریل ۱۹۰۶ء۔ رَبِّ اَرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ

خدایا مجھے زلزلہ دکھا، جو اپنی شدّت کی وجہ سے نمونہ قیامت ہوگا۔

اس الہام کے ساتھ ہی حضور کو الہام ہوا

یُرِیْکُمُ اللّٰہُ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ

خدا تعالیٰ تمہیں وہ زلزلہ دکھائے گا جو اپنی شدت کی وجہ سے نمونہ قیامت ہوگا۔

حضرت اقدسؑ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:۔

"اس میں بہت جانوں کا نقصان ہوگا۔ یہ نہیں کہ حقیقت میں قیامت آجائے گی بلکہ یہ معنے ہیں کہ دنیا پر سخت صدمہ ہوگا اور بہت جانیں تلف ہونگی۔"

(الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء صـ۱) ت ۶۰۸

۳۹۔ ۲۴ اپریل ۱۹۰۶ء۔ اِشْفِنِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَارْحَمْنِیْ

مجھے اپنی طرف سے شفا بخش اور رحم کر

(بدر جلد ۲ نمبر ۱۷ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۶ء صـ۲) ت ۶۱۱

مرکز کے لئے

۲۰ اگست سے ۲۷ اگست تک ہمیں ہفتہ اصلاح وارشاد منانا ہے۔
— • سب عہدیداران انصار اللہ کی ذمہ داری ہے کہ باہمی مشورہ سے مناسب پروگرام بنا کر اعلان کریں۔ اور سب انصار بھائیوں کو اس میں شامل کریں (اسی شمارہ میں مضمون "اصلاح وارشاد اور اس کے ذرائع" آپ کی مدد کر سکتا ہے)
— • ضروری لٹریچر مہیا کرلیں اگر اس وقت آپ کی جماعت میں موجود نہ ہو تو فوراً مرکز سے منگوالیں۔
— • ہفتہ گزرنے پر اپنی اجتماعی اور انفرادی کارگزاری کی مفصل رپورٹ جلداز جلد مرکز کو بھجوادیں۔ اس سلسلہ میں جو مفید تجربے ہوئے ہوں وہ ضرور لکھیں تا آئندہ کام آئیں ؏

(قیادت اصلاح وارشاد انصاراللہ)

امتحان انصاراللہ سہ ماہی سوم

سہ ماہی سوم کا امتحان انشاء اللہ العزیز ۱۰ تبوک (ستمبر) بروز جمعہ برائے ربوہ اور ۱۲ تبوک برائے بیرونجات منعقد ہوگا۔ نصاب درج ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۲ نصف آخر
۲۔ دو دو الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بزبان اردو، عربی اور فارسی
۳۔ خلافت کی تین برکات
۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچ تصانیف کا نام

تمام ناظمین اعلیٰ، ناظمین اضلاع، زعماء اور زعماء اعلیٰ سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں تمام اراکین تک اس اعلان کو پہنچادیں اور کوشش فرمائیں کہ زیادہ سے زیادہ اراکین اس امتحان میں شریک ہوں۔ نیز مرکز کو قبل از وقت مطلع فرمائیں کہ انہیں امتحان کے لئے کتنی تعداد میں پرچہ جات مطلوب ہوں گے تاکہ اس کے مطابق طباعت کا انتظام کیا جائے۔

خاکسار: حبیب اللہ خاں قائد تعلیم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے
ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے۔ انسان سویا ہؤا ہوتا ہے، جی چاہتا ہے کہ اور سو لے مگر وہ مخالفت نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے، تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے۔ اور ثواب نفس کی مخالفت تک محدود ہو ہے ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ جب نفس مطمئنہ ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب تھا، وہ اب رہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا۔ تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہاں تک صبر کرنا چاہئیے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر خدا تعالیٰ مہربان ہو کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ عبادت ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ عبادات کی بجا آوری میں اسے جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اب عبادات محبوبات نفس میں شامل ہو گئیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوبات نفس تھیں ایسا ہی نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا انسان بڑے جوش والا ہے، وہ صبر سے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہئیے'' -

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۳۶)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا -